بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۳۱ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۳۲

ترجمہ: اور نہ ہو جانا تم مشرکوں میں سے یعنی ان لوگوں میں سے جنہوں نے پھوٹ ڈال دی اپنے دین میں اور بٹ گئے فرقوں میں۔ ہر فرقہ اس (طریقے) پر جو ان کے پاس ہے مگن ہے۔

خطبہ

جمعۃ المبارک

"۱۹ اپریل ۲۰۱۳ بمطابق ۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ ھجری"

عنوان

دعوت اصلاح

زیر اہتمام: شعبہ دینی امور جوہری ٹرسٹ (جامع مسجد الرحمٰن، نئی آبادی اٹاری سروبہ، لاہور)

نوٹ: ہم وضاحت کے ساتھ یہ بات آپ کے علم میں لانا چاہتے ہیں کہ الحمدللہ ہمارا کسی فرقہ، کسی مسلک، کسی سیاسی گروہ یا جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے ہمارا عزم ہے کہ ہم نے اپنے معاشرے سے انتشار اور افتراق (صوبائیت، لسانیت اور فرقہ واریت) کو ختم کرنا ہے اور بہترین معاشرہ بنانا ہے اس کے لیے ہم نے ایک انسانی کوشش شروع کی ہے اور ہر انسانی کوشش میں غلطیوں کا امکان رہتا ہے لہٰذہ ہماری تحریر میں جو کچھ صحیح نظر آئے نورِ قرآنی ہے اور جہاں کہیں غلطی نظر آئے وہ ہماری کوتاہی ہے۔ اس ادنیٰ سی کوشش کو آپ تک پہنچانے کے لیے خطبات کا سلسلہ ایک کڑی ہے ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ ہماری اس کاوش کو سراہیں گے اور آپ کو ہم اپنے شانہ بشانہ پائیں گے۔ اللہ پاک ہمیں استقامت دے اور معاشرتی بہتری کے لیے زیادہ سے زیادہ کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

زیر نگرانی: محترم جاوید اختر جوہری صاحب

صدر جوہری ٹرسٹ و جامع مسجد الرحمٰن

اب آپ خطبہ جمعۃ المبارک انٹرنیٹ پر بھی دیکھ سکتے ہیں:

www.johritrust.org

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا تُوۡبُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ تَوۡبَۃً نَّصُوۡحًا ؕ عَسٰی رَبُّکُمۡ اَنۡ یُّکَفِّرَ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَ یُدۡخِلَکُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ۙ یَوۡمَ لَا یُخۡزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ ۚ نُوۡرُہُمۡ یَسۡعٰی بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ بِاَیۡمَانِہِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَ اغۡفِرۡ لَنَا ۚ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۸﴾ (التحریم:۸)

ترجمہ:اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو توبہ کرو خالص تو بہ کچھ بعید نہیں کہ اللہ تم سے تمہارے گناہوں کو دور کر دے اور تم کو ایسی جنت میں داخل کر دے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہیں ہیں۔اور اس دن جب اللہ نہیں رسوا کریگا نبی اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے اس کے ساتھ ان کا نور دوڑ رہا ہوگا ان آگے آگے اور ان کے دائیں جانب اور وہ کہ رہے ہونگے اے ہمارے رب مکمل کردے ہمارے لیے ہمارا نور اور درگزر فرما ہم سے، یقینا تو ہر بات پر پوری قدرت رکھتا ہے

میرے محترم بھائیو!

رسول اللہ ﷺ جس وقت اس دنیا میں مبعوث ہوئے اس وقت انسانوں کی اس دنیا میں اس زمانہ اور ماحول کے معیار کے مطابق سب کچھ تھا ہاں اللہ پر ایمان اور اس سے صحیح تعلق رکھنے والے اور اس کی طرف بلانے والے بندے موجود نہیں تھے ایسے بندوں کے وجود سے اس وقت یہ دنیا گویا خالی تھی اور اس وجہ سے یہ پوری دنیا بحر ظلمات بنی ہوئی تھی ،رسول اللہ ﷺ اسی لیے مبعوث ہوئے کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ سے آشنا اور وابستہ کریں اور زندگی کا صحیح طریقہ یعنی دین حق ان کو بتائیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آپ ﷺ جب نبی کی حیثیت سے اس دنیا میں کھڑے ہوئے اور دین حق یعنی زندگی کے صحیح طریقے کی دعوت دینی شروع کی تو اس وقت تنہا آپ ﷺ اس دین اور اس زندگی کے حامل تھے،شروع میں آپ ﷺ کی دعوت کو ایک ایک دو دو آدمیوں نے قبول کیا اور ہدایت کا کام بہت سست رفتاری سے چلا۔اسی حال میں قریباً تیرہ سال گزر گئے آپ ﷺ مکہ میں رہے اس کے بعد اللہ کا حکم ہوا آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی وہاں کی زمین دین حق کی دعوت کے لیے زیادہ تیار اور سازگار تھی ۔تھوڑی ہی مدت میں وہاں کی قریب قریب آبادی نے دین حق قبول کرلیا،اس وقت دنیا کے بحر ظلمات میں مدینہ نور اور ہدایت کا گویا ایک جزیرہ اور مرکز تھا ،آپ ﷺ کی دعوت اور تعلیم وتربیت کے نتیجے میں مدینہ کی قریب قریب کی آبادی آپ ﷺ کے رنگ میں رنگ گئی۔اس وقت مدینہ میں اس طرز کی زندگی کا پورا نمونہ تھا جس کی دعوت رسول اللہ ﷺ دیتے تھے اور جو خود آپ ﷺ کی زندگی تھی۔

اس زندگی کا اگر تجزیہ اور تحلیل کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کے چار بنیادی امتیازات تھے:

(۱)ایک اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر اور رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی تمام غیبی حقیقتوں پر کامل ایمان اور یقین اور ایسا یقین جو اللہ سے اور ان حقیقتوں سے کبھی غافل نہ ہونے دے۔

(۲)دوسرے اس بات کا یقین کہ ہر قسم کی فلاح وسعادت اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں ہے اور اس بنا پر پوری اطاعت اور فرمانبرداری اور معصیت سے پرہیز۔

(۳)تیسری چیز دنیا کی ساری فکروں کے مقابلے میں آخرت کی فکر کا غلبہ اور اس کی وجہ سے تنہائیوں میں بھی اللہ کے حضور میں رونا۔

(۴)چوتھے اس بات کی فکر کہ یہ ایمان اور ایمان والی زندگی جس کی دعوت رسول اللہ ﷺ دیتے ہیں اور جس کی توفیق ہم کو مل گئی ہے ساری دنیا میں پھیل جائے اور سارے انسان اس سعادت کو اپنا کے اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو صحیح کرلیں اور پھر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل کے مستحق ہوجائیں۔

یہ چار باتیں وہ باتیں ہیں جو خود رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک میں بدرجہ کمال موجود تھیں،اور آپ کی دعوت اور تعلیم وتربیت کے نتیجے میں آپ کے عام صحابہ کرام میں فرق مراتب کے باوجود ان صفات اور امتیازات کے حامل تھے۔گویا اس وقت مدینہ میں ایک ایسی بستی تھی جس کے ہر شخص کا یہ حال تھا کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور دوسری ایمانی حقیقتوں پر ایسا یقین جو اس کی پوری زندگی پر حاوی تھا۔آخرت کی فکر دوسری تمام فکروں پر غالب تھی اور جوان کو رات کے اندھیروں میں بھی

رلاتی تھی، نفس کے تقاضوں کے مقابلے میں اللہ ورسول کے احکام پر چلنا ان کا شعار تھا۔ عام انسانوں کی ہدایت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان معاملے کے صحیح ہونے کا مسئلہ ان کے نزدیک اپنے تمام دنیوی مسئلوں سے مقدم اور اہم ہے۔

یہ تھی وہ زندگی جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے تھے اور اس کی زندگی کی حامل امت کا تیار کرنا آپ کا وہ اخاص کام تھا، جس کے لیے اللہ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا تھا، اس ایمانی زندگی کی دو خاصیتیں تھیں، ایک یہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد اور رحمت تھی۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ جو بھی دنیا کی طاقت سرکشی اور استکبار کے ساتھ ٹکرائی اللہ تعالیٰ نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور اس کو اس زندگی کے حامل امت کے قدموں میں ڈال دیا، پہلے اللہ کی اس نصرت کا ظہور عرب میں ہوا اور فتح مکہ پر گویا اس کی تکمیل ہوگئی۔ بعد میں روم اور فارس کی حکومتوں کے ساتھ بھی یہی ہوا اور یہ دونوں حکومتیں اس امت کے قدموں کے نیچے آگئیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بہر حال ایک خصوصیت اس زندگی کی یہ تھی کہ اس کے ساتھ اللہ کی مدد اور نصرت تھی۔

دوسری خصوصیت اس ایمانی زندگی کی یہ تھی کہ اس میں اللہ نے ایک خاص کشش اور تاثیر بلکہ تسخیر کی طاقت رکھی ہے، جو شخص اس زندگی کو صحیح صورت میں دیکھے گا اور اس کا تجربہ کرے گا وہ اس سے ضرور متاثر ہوگا اور اس کا گرویدہ ہو جائے گا۔۔۔۔۔۔۔ صحابہ کرامؓ جن ملکوں میں گئے اور جن قوموں نے انہیں دیکھا اور ان کی مومنانہ اور خدا پرستانہ زندگی کا تجربہ کیا وہ اس کی گرویدہ ہوگئیں، اور بہت تھوڑی مدت میں وہ پورے ملک کے ملک دارالسلام بن گئے، یہ شام، یہ عراق، یہ مصر، یہ ایران، یہ سب وہی تو ہیں جنہوں نے شروع میں اسلام کا سخت مقابلہ کیا تھا، اب سے کچھ دنوں پہلے تک یہ کتابیں فتوح الشام اور فتوح العجم پڑھی جاتیں تھیں، آپ میں سے بہت سوں نے یہ کتابیں پڑھی یا سنی ہونگی۔ اور آپ کو معلوم ہوگا اسلام کے ابتدائی دور میں یہ ملک اور اس کے بسنے والے اسلام کے کیسے دشمن تھے لیکن ان ملکوں میں مسلمانوں کا سیاسی اقتدار قائم ہونے کے بعد جب مسلمان ان ملکوں میں رہے بسے اور یہاں کے رہنے والوں نے ان کو دیکھا، برتا تو انہوں نے عام طور پر ان طریقے اور ان کی زندگی کو اپنا لیا۔

بہت سے ناواقفیت کی وجہ سے یہ سمجھتے ہوں گے کہ یہ ملک جب فتح ہوگئے تو یہاں کے لوگوں نے مسلمانوں سے شکست کھا کر اسلام کو قبول کیا، ایسا سمجھنا تاریخ سے ناواقفی اور جہالت کے علاوہ حماقت بھی ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ جنگ کے نتیجہ میں جو قوم غالب آجاتی ہے مغلوب اور مفتوح قوم کے اندر اس کی نفرت پہلے سے زیادہ بڑھ جاتی ہے اس لیے یہ ناممکن ہے کہ شام، عراق اور مصر نے مفتوح ہونے کے بعد صرف شکست کھانے سے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر اسلام کو اختیار کیا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور دین کے بارہ میں جبر کرنا خود اسلام کے اصولوں کے خلاف تھا۔ قرآن مجید میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے: ''لا اکراہ فی الدین'' کہ دین کے معاملہ میں جبر واکراہ کا کوئی جواز ہی نہیں ہے بلکہ قرآن میں اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیم یہ تھی کہ جو آدمی اپنے آپ کو مسلمان کہے اور اس کے دل نے پوری طرح اسلام قبول نہ کیا ہو تو وہ منافق ہے اور بدترین قسم کا کافر ہے، ایسی صورت میں یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ رسول اللہ ﷺ کے فیض یافتہ صحابہؓ لالچ اور زبردستی سے کسی سے کلمہ پڑھواتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بلکہ ہوتا یہ تھا کہ جو شہر یا علاقہ فتح ہوتا اور مسلمانوں کے قبضہ میں آجاتا تھا اسلامی فوجیں اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ جاتی تھیں اور وہاں امن قائم رکھنے کے لیے چھوٹا سا دستہ چھوڑ دیا جاتا تھا جس کی حیثیت پولیس کی طرح ہوتی تھی اور عوام کے باہمی جھگڑوں کے فیصلے کرنے اور اس طرح کی دوسری حکومتی خدمتیں انجام دینے کے لیے کسی کو شہر کا والی یعنی حاکم بنا دیا جاتا تھا اور قاضی مقرر کر دیا جاتا تھا وہ سب لوگ شہر سے باہر وہاں کی عوام سے الگ تھلگ نہیں رہا کرتے تھے یہ اپنے آپ کو عوام کی خدمت اور ان کی دیکھ بھال کا ذمہ دار سمجھتے تھے اس لیے ان سے رابطہ رکھتے تھے اور عوام کے ہر طبقہ کے لوگ ان کی زندگی کو کھلی کتاب کی طرح دیکھتے تھے وہ جانتے تھے کہ فاتح قوموں کے سپاہی کیسے فرعون اور بداطوار ہوتے ہیں لیکن وہ ان مسلمانوں کو دیکھتے تھے کہ ان میں ہر شخص درویشوں سے بھی زیادہ پاکباز اور خداترس ہے اسی کے ساتھ یہ مسلمان انتہائی دلسوزی اور سچی دردمندی کے ساتھ ان کو دعوت دیتے تھے کہ وہ ایمانی زندگی کے اس طریقہ کو اپنا لیں جو اللہ کے سارے پیغمبر لے کر آئے ہیں اور سب سے آخر میں مکمل شکل میں اس کو حضرت محمد ﷺ لے کر آئے ہیں اور اس طرح خدا سے براہ راست اپنا رشتہ جوڑ کے اس کی رحمت اور جنت کے مستحق بن جائیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ان مسلمانوں کا حال یہ تھا اور ان کی زندگی اس کی گواہی دیتی تھی کہ یہ سچے اور مخلص بندے ہیں اور جو کچھ کہہ رہے ہیں بالکل سچ اور درددل کے ساتھ کہہ رہے ہیں اس کا یہ

اثر ہوتا تھا کہ وہ لوگ اکادکا نہیں بلکہ اجتماعی طور پر اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرتے تھے۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ جو زندگی لے کر آئے اور جس کی آپ ﷺ دعوت دیتے تھے اور جو صحابہؓ نے آپ سے حاصل کی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور اسی زندگی کا نام دراصل اسلام ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کی دو خاصیتیں تھیں ایک یہ کہ اللہ کی مدد اور نصرت ہے۔

اور دوسری یہ ہے کہ انسانی قلوب اور انسانی فطرت کے لیے اس میں کشش اور مٹھاس تھی سخت سے سخت دشمن بھی جب اس کو تعصب سے خالی ہو کر دیکھتے تھے تو اس کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔

میرے بھائیو!۔۔۔۔۔۔۔۔۔جس طرح پانی کی ٹھنڈک اور آگ کی گرمی اور سورج کی روشنی دائمی خاصیتیں ہیں اسی طرح اسلام کی یہ دونوں خاصیتیں بھی دائمی اور ابدی ہیں لیکن یہ اجتماعی اسلام کی خاصیتیں ہیں جب دنیا میں کوئی امت اسلام کی حامل ہوگی تو یقیناً اس کے ساتھ اللہ کی مدد اور نصرت ہوگی اور اس مسائل اور مشکلات میں غیب سے مدد کی جائے گی اور دنیا کی جو قومیں اس امت کو دیکھیں اور پرکھیں گی وہ یقیناً اس کی گرویدہ اور معتقد ہوں گی۔

اب ہمارے آپ کے اور سب مسلمانوں کے پاس دو راستے ہیں ایک یہ کہ جس روش پر ہم چل رہے ہیں اسی پر چلتے رہیں اور اس کے نتیجہ میں اللہ سے اور اس کے دین سے اور دور ہوتے چلے جائیں اور خدا نہ کرے ہمارا وہ حشر ہو جو پہلی امتوں کا ہو چکا ہے۔

اور دوسرا راستہ یہ ہے کہ ہم اصلاح کی فکر کریں اللہ کی طرف پلٹیں اور رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی زندگی کو اپنی زندگی بنائیں اس کو امت کی اجتماعی زندگی بنانے کی کوشش کریں اور پھر دنیا اور آخر میں اللہ کی مدد اور نصرت کے مستحق بنیں، شیطان کا یہ بڑا فریب ہے کہ جب یہ بات سامنے آتی ہے تو وہ یہ وسوسہ دل میں ڈالتا ہے کہ یہ تو اس دور میں ممکن نہیں ہے حالانکہ یہ اس دشمن کا کھلا فریب ہے آپ خدارا سوچیئے کہ کیوں ممکن نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟ کیا اللہ کی ذات وصفات اور دوسری ایمانیات پر یقین ہونا ناممکن ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟ کیا آخرت کی فکر کا دنیا کی دوسری فکروں پر غالب ہو جانا ناممکن ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟ کیا اللہ کے حکموں پر چلنا اور گناہوں سے بچنا ناممکن ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟ کیا ان باتوں کو اللہ کے دوسرے بندوں میں عام کرنا ناممکن ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟ کیا انسانوں کے اندر اچھی باتوں کے قبول کرنے کی طاقت بالکل نہیں رہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟ اور پیغمبروں کے راستے پر چلنا کیا اب قانوناً جرم ہو گیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے صرف شیطان کا اور نفس کا فریب ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ ہم اس بارہ میں اپنے ذہنوں کو صاف کریں اور جس طرح اپنے دنیوی کاموں کے سلسلہ میں عزم کے ساتھ فیصلہ کر کے کام شروع کر دیتے ہیں اسی طرح اپنی پچھلی کتاہیوں سے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ اور استغفار کر کے آئندہ کے لیے رسول اللہ ﷺ سے غائبانہ بیعت کی تجدید کریں اور آپ ﷺ کے طریقہ پر چلنے اور اسی پر چلتے ہوئے جینے اور مرنے کا عہد کریں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے توبہ کا طریقہ سکھایا ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ تُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ تَوۡبَةٗ نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمۡ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمۡ سَيِّـَٔاتِكُمۡ وَيُدۡخِلَكُمۡ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ يَوۡمَ لَا يُخۡزِي ٱللَّهُ ٱلنَّبِيَّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مَعَهُۥۖ نُورُهُمۡ يَسۡعَىٰ بَيۡنَ أَيۡدِيهِمۡ وَبِأَيۡمَٰنِهِمۡ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَتۡمِمۡ لَنَا نُورَنَا وَٱغۡفِرۡ لَنَآۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ ۝٨ (التحریم:۸)

ترجمہ: اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو توبہ کرو خالص تو بہ کچھ بعید نہیں کہ اللہ تم سے تمہارے گناہوں کو دور کر دے اور تم کو ایسی جنت میں داخل کر دے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہیں ہیں۔ اور اس دن جب اللہ نہیں رسوا کریگا نبی اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے اس کے ساتھ ان کا نور دوڑ رہا ہوگا ان آگے آگے اور ان کے دائیں جانب اور وہ کہ رہے ہونگے اے ہمارے رب مکمل کر دے ہمارے لیے ہمارا نور اور درگزر فرما ہم سے، یقیناً تو ہر بات پر پوری قدرت رکھتا ہے

اور یہ بات پوری طرح عیاں ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ نے خود حضور ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

وَأَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوبِهِمۡۚ لَوۡ أَنفَقۡتَ مَا فِي ٱلۡأَرۡضِ جَمِيعٗا مَّآ أَلَّفۡتَ بَيۡنَ قُلُوبِهِمۡ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ أَلَّفَ بَيۡنَهُمۡۚ إِنَّهُۥ عَزِيزٌ حَكِيمٞ ۝٦٣ (انفال:۶۳)

”اور اسی نے ان کے دلوں میں اتفاق پیدا کر دیا اگر تم دنیا بھر کا مال بھی خرچ کر ڈالتے جب بھی ان کے دلوں میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے تھے لیکن اللہ نے ان میں اتفاق پیدا کر دیا ہے، بے شک وہ بڑا قدرت والا، بڑا حکمت والا ہے۔

اب ہم خوب سوچیں کہ یہ خطاب اللہ نے کس ہستی سے فرمایا ہے۔۔۔؟ اللہ تعالیٰ نے یہ خطاب فرمایا ہے اپنی مخلوق میں سب سے بڑے مدبر، سب سے بڑے مخلص اور سب سے زیادہ اپنے محبوب و مقرب بندے حضرت محمد ﷺ سے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اب ہمارے لیے پوری طرح اس حقیقت کا سمجھ لینا آسان ہو جاتا ہے کہ جب مخلوق میں سب سے افضل و برتر ہستی بھی محض اپنے فکر و تدبر اور محض اپنی کوشش سے ایمان والوں کے دلوں کو نہیں جوڑ سکتی تھی، تو پھر ہم کس قدر بھیانک اور ہلاکت خیز غلط فہمی اور بھول میں مبتلا ہونگے ۔ اگر اللہ تعالیٰ کا تجویز کردہ حصول اتحاد کا طریقہ اختیار کرنے کی بجائے محض اپنی ہی فکر و تدبر پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی ہی تجاویز کے ذریعہ مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کی غیر مفید اور لا حاصل کوشش میں مصروف رہیں گے، اسی حقیقت کو جس قدر جلد سمجھ لیا جائے اتنا ہی ہمارے حق میں بہتر ہوگا، اللہ تعالیٰ ہمیں فہم سلیم عطا فرمائے اور ہم اللہ کی بتائی ہوئی راہ پر چل کر اپنے کو روشن اور تابناک بنالیں ۔ آمین

ھٰذا ما عندی و علم عند اللہ عزّ و جلّ

دُعائیں

اے رب العرش العظیم ہماری آنکھوں کی روشنی کو قرآنی الفاظ سے تیز فرمادے

اے رب العرش العظیم ہمارے کانوں میں اپنے دین کی مٹھاس بھر دے

اے رب العرش العظیم ہماری زبانوں کو اپنے نور کی مٹھاس سے بھر دے

اے رب العرش العظیم ہمارے دلوں کو اپنے نور سے منور کر دے

اے رب العرش العظیم اس دن سے بچا جس دن صور پھونکا جائے گا

اے رب العرش العظیم اس دن سے بچا جس دن حساب کتاب کے بعد اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا

اے رب العرش العظیم اس دن سے بچا جس دن چہرے سیاہ کر دیے جائے گے

اے رب العرش العظیم ہماری مدد فرما

اے رب العرش العظیم ہمیں سیدھا راستہ دیکھا

فانصر علی القوم الکافرین

فانصر علی القوم الظالمین

فانصر علی القوم المشرکین

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

جب ہم صحیح مسلمان تھے کسی گروہ یا فرقہ میں تقسیم نہ تھے تب قرطبہ پر مسلمان حکمران تھے خلافتِ عثمانیہ بھی مسلمانوں کی پہچان تھی تعلیمی درس گاہیں بھی مسلمانوں کی تھی سائنسدان بھی مسلمان تھے دنیا میں ہر نئی چیز مسلمان متعارف کرواتے تھے جب سے ہم نے صوبائیت، لسانیت کو اپنایا اور فرقہ بندی کو اپنی پہچان بنایا تب سے، ہم ہر شعبہ میں زوال کا شکار ہیں۔ پستی اور ذلت مسلمانوں کا مقدر بنتی جارہی ہے۔ آیئے ہم پھر سے صحیح مسلمان بن جائیں اپنی پہچان بطور مسلمان کروائیں تاکہ اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو گم شدہ میراث واپس مل جائے اور عظمت رفتہ بحال ہو جائے اور پھر شان سے زندگی گزارنے لگ جائیں جیسے مدینہ منورہ کی پہلی اسلامی ریاست میں صحابہؓ شان سے زندگی گزارتے تھے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ